Fikr-o-Nasar (Islamabad) vol. 1:12 (1964)

فولانی تحریک کے رہنما

شیخو عثمان دان فودیو

محمد خالد مسعود

افریقہ میں اسلام حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہی پہنچ چکا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ، عقبہ بن نافع، موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی کوششوں سے تمام شمالی افریقہ بلکہ سمندر کے پار سپین تک کا علاقہ اسلام کے زیر اثر آ گیا۔ لیکن افریقہ میں پہنچنے والی دوسری تہذیبوں کی طرح اسلام کو بھی ماورائے صحرا تک پہنچنے کے لئے مسلسل جد و جہد کرنا پڑی۔ "بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑا دینے والوں" کی صحرائے افریقہ کو عبور کرنے کی تاریخ کئی صدیوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ صحرا کے علاقے میں بربر قبائل کی اکثریت تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں بربر قبائل میں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا تو صحرا اور اس کے ماورائی علاقے بھی اس سے متاثر ہوئے۔

افریقہ کی ماورائے صحرا کی بت پرست اقوام ارتقا کے ابتدائی دور میں تھیں۔ ان کے ہاں مظاہر پرستی کا زور تھا۔ ان کو اسلام سے روشناس کرانے کے لئے ایسے متوازی نظام کی ضرورت تھی جس میں بے حد لچک ہو اور جو ان کے اپنے معاشرتی اور دینی ڈھانچوں سے مطابقت رکھتا ہو۔ تصوف کا خانقاہی نظام ان مقاصد کے لئے بے حد مفید تھا۔ اس کے ذریعہ بالکل خاموش انداز سے ان لوگوں کو اپنی زندگی کا رخ تبدیل کرنے میں مدد ملتی تھی چنانچہ گیارھویں صدی عیسوی میں خانقاہی نظام کے مختلف سلسلے افریقہ میں پھیل گئے۔ اور ان کے زیر اثر مغربی افریقہ میں دریائے نائیجیر تک کے مظاہر پرست قبائل نے اسلام قبول کر لیا۔

یہ خانقاہی نظام درحقیقت دین کی حفاظت کے لئے ایک مدافعانہ طریق کار تھا جو امت مسلمہ کے دور اندیش ذہنوں نے اس دور میں اپنایا جب کہ عالم اسلام پے در پے حملوں کی وجہ سے مایوسی اور اضطراب کا شکار ہو چکا تھا۔ یہ قطعاً امن پسند، رواداری کی قائل اور صلح جو تحریکیں تھیں جو ہیجان اور تصادم پیدا کئے بغیر خاموشی سے اپنی جدوجہد جاری رکھتی تھیں۔

افریقہ میں اس خانقاہی نظام نے بیک وقت کئی خلاؤں کو پر کیا۔ افریقی معاشرت نہ صرف کسی دین کے تصور بلکہ اخلاق و قانون کے ضابطوں سے بھی ناواقف تھی۔ اس لئے ان کی شیرازہ بندی، معاشرتی استحکام اور سیاسی دفاع کے فرائض بھی زیادہ تر اسی خانقاہی نظام کو سرانجام دینے پڑے۔ یہ تمام اختیارات ان کے ہاتھوں میں آنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانقاہی نظام بتدریج پاپائیت کی صورت اختیار کر گیا۔

ابتدائی ادوار میں تو ان نظامات کی نگرانی مدبر ہاتھوں میں رہی؛ اس لئے نرمی اور رواداری سے بہتر نتائج برآمد ہوتے رہے لیکن بعد میں جب انہی اصولوں میں مبالغہ ہونے لگا تو اس سے پیچیدگیاں بڑھنے لگیں۔ یہ روحانی سلسلے مظاہر پرستوں کے دینی عقائد سے کوئی تعرض نہیں کرتے تھے۔ ان کا تبلیغی طریق کار خاموش عمل اور زاہدانہ طرز زندگی تھا۔ اعمال و عقائد کے بارے میں سختی نہیں کی جاتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرست اسلام قبول تو کر لیتے لیکن ان کے دینی اور معاشرتی ادارے اس سے قطعاً متاثر نہ ہوتے۔ اور آہستہ آہستہ یہ سب مظاہر پرستانہ رسومات اسلامی رنگ اختیار کر گئیں۔

اسلام کی تاریخ میں بیرونی اثرات کی آمد کے ساتھ ہی ان کی اصلاح کی تحریکیں بھی اٹھتی رہیں یہ دراصل دو متوازی رجحانات ہیں جو تاریخ اسلام میں مستقلاً موجود رہے۔ ایک رجحان "اخذ و امتزاج" کا تھا جو دوسرے معاشروں اور تمدنوں سے اثرات لے کر مسلم تمدن میں وسعت اور گہرائی پیدا کرتا تھا اور اس کو محدود رہنے سے روکتا تھا۔ اس رجحان کی وجہ سے اسلام کی اشاعت میں اور نومسلموں کے اسلامی معاشرہ میں کھپ جانے میں بڑی مدد ملی۔ دوسرا رجحان ان اثرات کی قطع و برید اور اصلاح کا تھا جو ان خارجی اثرات میں سے اسلامی روح کے منافی عناصر کو خارج کرتا رہتا۔ اور اسلام کے چشمۂ صافی کو خارجی اثرات کی آلودگیوں سے پاک کرتا رہتا۔ ان رجحانات کے عمل اور رد عمل سے اسلامی تہذیب کا تانا بانا بُنا گیا ہے۔

افریقہ میں بھی ان رجحانات کا عمل اور ردّعمل جاری تھا۔ حسّاس ذہن افریقہ کی دینی معاشرت کے اس رخ کو دیکھ رہے تھے اور اس خطرے کا انہیں شدت سے احساس تھا۔ گاہے بگاہے انفرادی کوششیں بھی کی جارہی تھیں، لیکن اس بارے میں سب سے منظّم اور نتیجہ خیز جدوجہد شیخو[1] عثمان دان فودیو کی ہے۔ جو شمالی افریقہ کی سنوسی تحریک (۱۸۵۵ء) اور سوڈان کی مہدوی تحریک (۱۸۸۲ء) سے کافی عرصہ پہلے دریائے نائیجر اور جھیل تشاد کے درمیانی علاقے میں ۱۷۸۶ء میں فولانی قبائل[2] کو متحد کر کے اپنی اصلاحی تحریک کا آغاز کر چکے تھے۔

شیخو کے وقت مغربی افریقہ کی دینی حالت

مظاہر پرستی کی آغوش میں پرورش یافتہ اس فکری اور ذہنی فضا میں اسلام سخت خطروں سے دوچار تھا۔ مسلمان قبائل بت پرست حکمرانوں کے زیر اثر ان تمام رسوم میں حصہ لیتے تھے جو قطعاً اسلامی تعلیمات کے خلاف تھیں۔ ان کا طرز زندگی بت پرستوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا۔

سلطان محمد وبیلو[3] "انفاق المیسور" میں الحاج جبریل بن عمر[4] کے حوالہ سے اس متوازیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[1] "شیخ عثمان بن فودی" کا حاؤسہ تلفظ [2] فولانی: ان کو حاؤسہ زبان میں "فولانی"، کنوری میں "فلاتا"، فرانسیسی میں "پیول" کہا جاتا ہے، اکثر "فلبے" کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ مغربی افریقہ کا حامی نسل کا قبیلہ ہے۔ بیک کی رائے میں یہ قایم لیبیا کا سب سے قدیم قبیلہ ہے جس کا اصلی وطن مصر یا ایشیا ہے۔ فولانیوں کی زیادہ آبادیاں حاؤسہ ریاستوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ دریائے نائیجر کے کنارے کنارے بدوی اور حضری دونوں طرح کی معاشرتی زندگی گذار رہے تھے۔ ان کا زیادہ تر گذارا زرعی معاشرت پر تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر بے حد محنتی، قناعت پسند اور صلح جو تھے۔ ۱۷۵۰ء میں طوارق قبیلہ نے ان پر خراج لگا دیا لیکن چند ہی سالوں بعد انہوں نے بمبارا مغربی افریقہ میں اپنا اثر و رسوخ قائم کر کے پہلی اسلامی سلطنت قائم کر لی۔

[3] سلطان محمد وبیلو۔ شیخ عثمان بن فودی کے فرزند ارجمند۔

[4] الحاج جبریل بن عمر۔ شیخ عثمان کے استاد۔

"بلاد سوڈان میں بت پرستی اور اسلامی رسوم کا جو امتزاج موجود تھا اور جسے ان علاقوں کے حکمرانوں اور رعایا کی اکثریت اپنائے ہوئے تھی اسے بدعت، تحریف یا تغیر یا مقامی عرف ہرگز نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ تو کھلم کھلا بت پرستی تھی۔ انہوں نے اپنے سابقہ اعمال و رسومات بالکل نہیں چھوڑی تھیں۔ اسے لاعلمی کہئے یا تجاہلِ عارفانہ کہ وہ نماز اور روزہ کی پابندی کر کے یہ سمجھتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں حالانکہ حقیقتاً وہ مسلمان نہیں تھے"

وسطی سوڈان کی سلطنت بورنو اگرچہ قطعاً مسلمان ریاست تھی لیکن ان کی ذہنی حالت سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ مظاہر پرست ذہن نے اسلام سے صرف ظاہری مصالحت کی تھی۔ محمد وبیلو "بیلو جہاد کے بارے میں معذرت" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان کے امراء و رؤسا نے اپنے لئے ایسی جگہیں بنا رکھی ہیں جہاں وہ چڑھتے ہیں اور قربانیاں دیتے ہیں پھر وہ شہر کے دروازے پر خون بہاتے ہیں۔ اور ان کے بڑے بڑے گھر ہیں جہاں وہ سانپ اور دوسری چیزیں رکھتے ہیں، جن کے سامنے قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ وہ دریائے نیل کو اسی طرح بھینٹ چڑھاتے ہیں، جس طرح زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتے تھے.....

وہ ایسی رسمیں مناتے ہیں جن میں قرآن کے قاری، حکمران اور اس علاقے کے لوگ حصہ لیتے ہیں۔ باہر کے لوگوں کو اس میں شمولیت کی اجازت نہیں دیتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان صدقات [نذر نیاز] ہی کی وجہ سے وہ خوش حال ہیں اور نقصان دہ اثرات سے محفوظ ہیں۔ اگر وہ یہ رسمیں انجام نہ دیں تو ان کی فصلیں تباہ ہو جائیں اور ان کے ذرائع معاش ختم ہو جائیں۔ یہ رواج نسلاً بعد نسل آ رہے ہیں۔ ہمیں ایک بھی ایسے حکمران یا عالم کا نام معلوم نہیں جس نے ان رسوم کی مذمت کی ہو۔ اگرچہ کچھ عرب اور فولانی لوگ ان رسموں میں حصہ نہیں لیتے اور ان کے خلاف احتجاج کرتے رہتے ہیں۔

یقیناً یہ سب بت پرستانہ رسمیں تھیں۔ اگرچہ ان کے علما کا دعویٰ یہی تھا کہ

ان میں شرک یا تعدد الٰہ کا کوئی تصور موجود نہیں لیکن درحقیقت وہ اسی مظاہر پرستی پر قائم تھے۔ کیونکہ وہ جن درختوں، پانیوں اور مقامات کی پرستش کرتے تھے، وہ قبول اسلام سے پہلے بھی ان کے آباء کی پرستش گاہیں تھیں"

ان حالات میں شیخو عثمان دان فودیو سامنے آئے۔

شیخو عثمان دان فودیو

شیخو عثمان دان فودیو طوارد[۵] کے قبیلے میں گوبیر میں ۱۷۵۴ء[۶] میں پیدا ہوئے۔ خوش قسمتی سے انہیں الحاج جبریل بن عمر جیسے باشعور اور مجاہد استاد سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ الحاج جبریل ان دنوں گوبیر میں احیائے اسلام کی مساعی میں مصروف تھے۔ شیخو عثمان ان سے بے حد متاثر ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے استاد کے نقش قدم پر ۱۷۷۴ء میں کبّی میں مبلغ کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا۔ انہی دنوں الحاج جبریل بن عمر کو گوبیر کے حکمران نے گوبیر سے نکال دیا۔ کیونکہ جس طریقے سے صوفیا نے بت پرستوں سے مصالحت کر لی تھی وہ الحاج جبریل کو پسند نہیں تھا اور وہ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ ادھر دوسرے علاقوں میں اسی قسم کی تبلیغی مساعی کی خبریں آ رہی تھیں۔ شیخو عثمان غالباً انہی دنوں حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔

حجاز میں ان دنوں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب (۱۷۰۳–۱۷۹۲ء) کی تحریک اصلاح و احیائے سنت زوروں پر تھی۔ اسلامی دنیا کا مرکز ہونے کی وجہ سے دنیا کے دوسرے علاقوں کے علما یہاں آتے اور متاثر ہو کر واپس جاتے۔ شیخو عثمان بھی اس تحریک کے رہنماؤں سے ملے جیسا کہ ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے غالباً انہیں محمد بن عبدالوہاب رح سے درس لینے کا موقعہ بھی ملا۔ وہ اصلاح کا نیا جوش اور ولولہ لے کر واپس وطن لوٹے اور تبلیغ کا کام از سر نو شروع کر دیا۔

تحریک کا آغاز | اصل تحریک کا آغاز ۱۷۸۶ء میں ہوا۔ شیخو عثمان نے زمفارا ریاستوں میں پانچ سالہ

---

[۵] طوارد۔ اس قبیلے کو ٹارودبے یا تاکرور بھی کہا جاتا ہے۔ سلطان محمد وبیلو نے طوارد اور فولانی کے درمیان امتیاز کیا ہے۔ یہ قبیلہ گوبیر میں آباد تھا۔ یہ اصلاً فولانی نہیں ہیں بلکہ قبیلہ مینڈے کی نسل سے ہیں۔

[۶] سر احمد وبیلو نے حالیہ مطبوعہ خود نوشت سوانح عمری میں شیخو کا سال ولادت ۱۷۴۴ء بیان کیا ہے۔

تبلیغی جد و جہد کا آغاز کیا۔ انہوں نے حاؤسہ ریاستوں میں تمام مذہبی رہنماؤں کو اس تبلیغی جد و جہد کے لئے آمادہ کیا۔ علما کی مدد سے بہت جلد فولانی لوگ متحد ہونے لگے۔ لیکن اس سے حکمران قبیلوں کو شدید خطرہ محسوس ہوا۔ اس جد و جہد کی سب سے زیادہ مخالفت گوبیر کے حکمران نفاتا نے کی۔ اس کا بیٹا یونفا اگرچہ شیخو عثمان کا شاگرد تھا لیکن بڑھتی ہوئی تنظیم اسے سلطنت کے لئے خطرہ محسوس ہوئی۔ اس لئے اس نے اسے سختی سے دبانے کی کوشش کی۔ اس سختی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تبلیغی جد و جہد تشدد کا رنگ اختیار کرنے لگی

انہی ایام میں ایک واقعہ پیش آیا جو مزید اشتعال انگیز ثابت ہوا۔ حاکم گوبیر کے آدمیوں نے غلاموں کے حصول کے لئے چھاپہ مارا۔ شیخو عثمان نے دیکھا کہ لوگوں کو زبردستی غلام بنا کر لے جایا جا رہا ہے جن میں کچھ مسلمان بھی شامل تھے۔ شیخو عثمان نے حملہ کرکے انہیں آزاد کرالیا۔ اس پر باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔ یونفا نے داجیل پر جہاں شیخو عثمان کی ان دنوں رہائش تھی حملہ کر دیا اور آپ ہجرت پر مجبور ہوئے

جہاد

اب شیخو عثمان نے باقاعدہ جہاد کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سب سے پہلا حملہ گوبیر پر کیا۔ ان کے بھائی شیخو عبداللہی دان فودیو نے ۱۸۰۴ء میں یونفا کی فوجوں کو شکست دی۔ اب فولانی مریدین جہاد کی باقاعدہ بیعت کے لئے جمع ہونے لگے۔ انہوں نے شیخو کو "سارکن مسلومی" (امیرالمومنین) کا خطاب دیا۔ گوبیر کی شکست سے حاؤسہ کے حکمرانوں میں بے چینی پھیل گئی۔ یونفا نے کاتسینا، کانو، داوارا اور

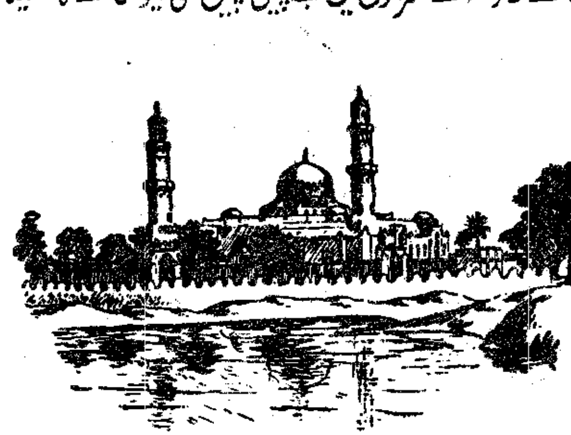

کانو کی مسجد

اور آہیر کے حکمرانوں کو خطوط لکھے۔ ان حکمرانوں نے پیش بندی کے طور پر فولانیوں پر حملے شروع کر دئے اور شیخو عثمان کے مریدوں پر تشدّد کا آغاز کیا۔ اس سے وہ فولانی بھی برانگیختہ ہوگئے جو انتہائی خاموشی پسند اور نرم طبیعت تھے اور وہ بھی بیعتِ جہاد کے لئے آنے لگے۔ شیخو عثمان نے اب تمام حاؤسہ ریاستوں کے خلاف اعلان جہاد کردیا۔ آپ نے مختلف علما میں چودہ پرچم تقسیم کئے اور ان پرچم برداروں کو جہاد کی اجازت دے کر مختلف علاقوں میں متعین کردیا۔ چنانچہ ان کی جدوجہد سے ۱۸۰۵ء میں کبّی اور زاریہ، ۱۸۰۷ء میں کانستیا، ۱۸۰۸ء میں گوبیر اور ۱۸۰۹ء میں کانو فتح ہوگئے۔ ۱۸۰۸ء میں بورنو پر حملہ ہوا لیکن شیخ محمد الامین (ادکانیمی) نے شدید مزاحمت سے حملہ کو ناکام بنا دیا۔ دریائے نائیجر اور دریائے کادونا کے درمیانی علاقے نوپے پر بھی حملہ ہوا۔ یہاں کے مقامی مذہبی رہنما موسی دندو (جو شیخو عثمان کے پرچم یافتہ تھے) کی سیاست سے ۱۸۱۰ء میں نوپے بھی فتح ہوگیا۔

۱۸۱۰ء تک تمام حاؤسہ ریاستیں فولانی سلطنت میں شامل ہوچکی تھیں۔ پہلی امارتوں کے علاوہ فولانیوں نے نئی امارتیں بھی قائم کیں: باؤچی، گومبے، کاٹاگم، جاری، کیفی، آداماوا، نصراوا اور لافیا۔ واداری پر بھی حملہ ہوا لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔

انتظامِ سلطنت شیخو عثمان نے دوسرے صوفیانہ فرقوں کی طرح فولانی سلطنت کو مذہبی پیشواؤں کی حکومت (THEOCRACY) نہیں بننے دیا بلکہ یہ خالصتہً ایک اسلامی سلطنت تھی۔ پیش بندی کے لئے شیخو نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ عام طور پر مفتوحہ علاقے پرچم یافتہ فاتحین کے انتظام میں دے دئے اور ان کو کافی حد تک خود مختار بنا دیا۔ اس طرح کمزور مرکز ہونے کی وجہ سے فولانی سلطنت مذہبی پیشواؤں کی حکومت بننے سے محفوظ رہی۔ انتظامی امور اور مالی نظامات میں انہوں نے حاؤسہ کے قدیم نظامات کو برقرار رکھا۔

آخر عمر میں شیخو عثمان نے سلطنت دو حصوں میں تقسیم کردی۔ ایک حصہ اپنے بیٹے محمد وبیلو کو دیا جس کا دار الخلافہ سکوٹو تھا۔ دوسرا اپنے بھائی عبداللّٰہی کو، جس کا دار الخلافہ گوانڈو تھا۔ اس تقسیم سے مرکز مزید کمزور ہوگیا۔ اس طرح اگرچہ اسلامی قانون کو دستوری حیثیت حاصل نہ ہوئی لیکن انفرادی اور معاشرتی طور پر شریعت لوگوں کی زندگی میں نافذ رہی

شیخو عثمان نے ۱۸۱۷ء میں وفات پائی۔ ان کا مقبرہ سکوٹو میں ہے جہاں ہر سال لوگ زیارت

سکے لئے جاتے ہیں۔

شیخو عثمان کا مسلک اور طریق دعوت

خانقاہی نظام کے زیر اثر کتاب وسنت کی طرف براہ راست رجوع کی بجائے عام طور پر لوگ شیوخ اور فقہا کے واسطے سے پہنچتے تھے، بلکہ سچ پوچھئے تو وہ شیوخ اور فقہا سے آگے جانا پسند نہیں کرتے تھے، خواہ سنتِ صحیحہ سے اس کی مخالفت ہی کیوں نہ ہو رہی ہو۔ شیخو کو یہ رجحان بہت ناگوار گذرتا تھا۔ وہ وہابی تحریک سے متاثر تھے۔ چنانچہ ان کا مسلک قرآن اور سنتِ صحیحہ کی طرف دعوت تھا۔ سنت کی محبت پر زور دیتے تھے۔ ایسے تمام امور میں جہاں قرآن میں واضح رہنمائی نہ مل رہی ہو یا امت میں باہمی اختلافات موجود ہوں، سنتِ صحیحہ کی طرف رجوع ہی واحد حل تھا۔ کتاب وسنت کے مقابلے میں کسی شیخ یا امام کا اتباع وہ اسلامی روح کے منافی سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"وفی "المدخل" تجد بعضهم لا یعرف السنة، بل لا یتبع الا شیخه، فاذا قلت له: السنة کذا وکذا، یقول لك: کان شیخی یفعل کذا وطریق شیخی کذا، ویصادم بذلك السنة الواضحة"

اور مدخل میں ہے کہ بعض لوگ ایسے ملیں گے جو سنت کو جانتے ہی نہیں، وہ صرف اپنے شیخ کی پیروی کرتے ہیں، اگر آپ ان سے کہیں کہ "سنت" تو ایسے ایسے ہے وہ آپ سے کہے گا کہ میرا شیخ تو ایسے کرتا تھا اور میرے شیخ کا طریقہ تو یہ تھا خواہ یہ (طریقہ) سنت واضح سے کھلم کھلا کیوں نہ ٹکراتا ہو۔

اسلامی مفاہیم کی تصحیح

تصوف کے نرمی پسند اور صلح جو رجحان کی وجہ سے اکثر اسلامی اصطلاحات کے مفہوم بدل گئے تھے اکثر ان اصطلاحات کا مفہوم اصل سے قطعاً برعکس لیا جانے لگا تھا۔ شیخو نے اپنی تصانیف میں ان مفاہیم کی تصحیح کی کوشش کی اور تفصیلی بحث کے ساتھ ان میں اضافے اور تحریفات کا تجزیہ کرنے کے بعد اصل مفہوم واضح کیا۔

توکل: تصوف کے زیر اثر "توکل" جیسی عظیم اور وسیع قدر کو قطعاً مختلف مفہوم میں استعمال کیا جانے لگا تھا۔ اس کے معنی کا رُخ "خدا پر اعتماد" سے تقدیر پرستی اور کھلی بے ہمتی طرف موڑ دیا گیا تھا۔ اس کا نتیجہ عمل سے بیزاری اور مایوسی کی صورت میں نکلا۔ چنانچہ "توکل" "عاجزی" اور "بے عملی" کا مترادف ٹھہرا۔ شیخو نے اس مفہوم کی تغلیط کی۔ اور توکل کے صحیح مفہوم کو واضح کیا۔

الدعوۃ الی اللہ: معاشرتی اور سیاسی ضرورتوں کے ماتحت خانقاہی نظاموں کو ریاست کی صورت اختیار کرنی پڑی تھی۔ چنانچہ شیوخ کے ہاں "الدعوۃ الی اللہ" سے مراد "قیام ریاست کی دعوت" سمجھا جانے لگا۔ اس طرح بتدریج "دعوۃ الی اللہ" کے ساتھ "حب ریاست" کا مفہوم چسپاں ہوتا گیا۔ شیخو نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے مسلم ریاست کو عیسائی پاپائیت کی نقل بننے سے دور رکھنے کے لئے ہر اس دروازے کو بند کرنے کی کوشش کی جہاں سے یہ ریاست مذہبی پیشواؤں کی حکومت کی شکل اختیار کر سکے۔ چنانچہ جہاد کے دوران جب حاؤسہ ریاستیں پے در پے ان کے ماتحت آرہی تھیں تو انہوں نے پرچم داروں کو ہی وہاں کا والی مقرر کر دیا اور ان کو خود مختاری دے کر مرکز کو کمزور رکھا تاکہ یہ خانقاہی نظام کی طرح پاپائیت کی صورت اختیار نہ کرلیں۔ اسی دور اندیشی کا نتیجہ ہے کہ اگرچہ نائیجیریا اسلامی سلطنت نہیں ہے لیکن شریعت اسلامی عوام کی زندگیوں میں داخل ہے۔

علم الکلام: یہ عقیدہ بھی سرایت کر گیا تھا کہ ایمان اس وقت تک پختہ نہیں ہوتا، جب تک عقائد کی تعلیم پورے دلائل کے ساتھ حاصل نہ کی جائے۔ یہ دراصل علم کلام کا اثر تھا کہ مسلمان عقائد کی کتابوں پر انحصار کر کے فلسفیانہ موشگافیوں میں الجھنے لگے تھے۔ شیخو عقائد میں ان پیچیدگیوں کے سختی سے مخالف تھے۔

"ومن تلك الاوهام اعتقاد بعضهم ان احدا لا يحكم له بالايمان والاسلام الا بعد تعلم العقائد وادلتها، وما يناظر به الخصوم وما يحل به الشبهات على طريق المتكلمين"

اور انہی اوہام میں سے ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان اور اسلام اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک عقائد اور ان کے دلائل نہ سیکھ لئے جائیں جس سے حریف سے مناظرہ کرنے میں مدد ملے اور جس سے متکلمین کے طریقے

مع الحفظ والغذ والقدرة على العبارة من ثلث كله - وهذا ايضا باطل ووهم على الاجماع ولوكان ما زعموا حقا لاشتغلوا باحد امرين: اما بالاعراض عن قبول اسلامهم، او بنصب متكلم حاذق بصير بالأدلة عالم بكيفية المحاجة، ليعلمهم صناعة الكلام، ثم بعد ذلك يحكمون بايمانهم، وعند الكلام، ثم بعد ذلك يحكمون بايمانهم، وعند امتناعهم وامتناع كل من تام متامهم الى يومنا هذا عن ذلك. ظهران ماذهبوا اليه باطل"

سے شبہات کو حل کیا جاسکے۔ ان دلائل کے حفظ، تکرار و اعادہ اور ان کی عبارت کو پوری طرح دہرانے کی قابلیت پیدا کی جائے۔ یہ بھی گمراہی ہے اور بالاجماع وہم ہے۔ اگر ان کے اس مفروضے کو صحیح مان لیا جائے تو اس رجحان کے دو نتیجے نکلتے ہیں: یا لوگوں کے قبولِ اسلام سے انکار یا کسی ایسے صاحب بصیرت متکلم کا تعین جو ضروری حد تک دلائل سے بخوبی واقف ہو جو ان کو کلام کے طریقوں کی تعلیم دے سکے، اس کے بعد جا کر کسی کے ایمان کے پختہ ہونے کے متعلق رائے دی جاسکتی ہے۔ چونکہ وہ بھی اسے عملاً نہیں کرپائے اور آج تک کبھی ایسا نہیں ہوسکا اس لئے ثابت ہوا کہ ان کا یہ موقف باطل ہے۔

مسلم کی تعریف:

علم کلام کے زیر اثر "ایمان" اور "عمل" کی فلسفیانہ موشگافیاں یہاں بھی در آئی تھیں۔ "مسلم" اور "مؤمن" میں تمیز کرتے ہوئے "مسلم" کی تعریف یہ کی جانے لگی تھی کہ مسلم وہ ہے جو اسلام کا اظہار کرے خواہ اس کے دل میں ایمان موجود نہ ہو۔ شیخو فرماتے ہیں کہ یہ در اصل "منافق" کی تعریف تھی جو "مسلم" پر چسپاں کردی گئی تھی۔

"ومن تلك الاوهام رد بعضهم معنى المسلم الى معنى المنافق، لأن حقيقة المسلم عندهم من يظهر الاسلام وهو غير مؤمن في قلبه، وهذا عين النفاق وهذا ايضا باطل ووهم بالاجماع لان حقيقة المسلم

انہی اوہام میں سے منافق کے معنی مسلم پر چسپاں کرنا ہے ان کے نزدیک مسلم کی تعریف یہ ہے کہ جو اسلام کا اظہار کرے لیکن دل میں ایمان نہ ہو۔ حالانکہ یہ کھلم کھلا نفاق ہے۔ یہ بھی بالاجماع باطل ہے۔ کیونکہ مسلم کی تعریف یہ ہے کہ وہ اسلام کا اظہار کرے اور دلی طور پر

من یظھر الاسلام وھو مومن فی قلبہ — مؤمن ہو کیونکہ ایمان حقیقت اسلام کی شرط ہے۔
لأن الایمان شرط فی حقیقۃ الاسلام۔

دین کا تصوّر: عمل سے بیزاری کے رجحان نے جہاں اور مفاہیم میں تحریفیں کیں وہاں مشہور حدیث "الدین یسر" کو بھی غلط مفہوم پہنا دیا گیا۔ چنانچہ واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے احتراز کو دین میں تنگی پیدا کرنا سمجھا جانے لگا۔ تبلیغ کو تشدد کے معنوں میں لیا گیا۔

ومن تلک الاوھام اعتقاد بعضھم ان قولہ صلی اللہ علیہ "الدین یسر" یوجب التساھل ولو فی الواجبات والمحرمات واذا سمعوا من یامر بالمعروف و ینھی عن المنکر فی البلدۃ؛ قالو: "ھذا مشدد ان دین اللہ یسر"۔

انہی اوہام میں سے ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کی حدیث "الدین یسر" (دین آسان ہے) واجبات اور محرمات تک میں تساہل کو ضروری ٹھہراتی ہے۔ جب وہ شہر میں کسی کے بارے میں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے سنتے ہیں تو کہتے ہیں: یہ تشدد ہے، اللہ کا دین تو آسان ہے۔"

اجتہاد اور تالیفات

اسی کا نتیجہ تھا کہ ہر قسم کی تبلیغی جدوجہد کو بے معنی سمجھا جانے لگا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ تالیف و تصنیف کو بے کار کا مشغلہ سمجھتے تھے۔ اکثریت کا کہنا تھا کہ ہمارے اسلاف ائمہ نے دین کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں چھوڑا جس پر انہوں نے حکم نہ دے دیا ہو۔ اس لئے مزید لکھنے کی بجائے وہ متقدمین کی کتب کی شرح لکھنے کو ہی کافی سمجھتے تھے۔

شیخو عثمان نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ انہوں نے کہا کہ ہر عالم اور صاحب تصنیف اپنے عہد کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تعبیرات پیش کرتا ہے۔ اس لئے ہر زمانے میں تصنیف و تالیف کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اس عقیدے کی بھی تغلیط کی کہ متاخرین کے سامنے اللہ علم کی وہ راہیں نہیں کھولے گا جو متقدمین کے سامنے کھلی تھیں۔ شیخو فرماتے ہیں۔

ومن تلک الاوھام ان بعضھم یقول: الصواب ترک الاشتغال بالتوالیف — انہی اوہام میں سے ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ آج کل تالیف کا مشغلہ ترک کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ ائمہ اعلام

المؤلفة اليوم، لان تواليف الائمة الاعلام الذين تقدموا لم تترك لنا شيئاً نحتاج اليه، وهم اوفر علماً من الذين يؤلفون اليوم، وهذا ايضاً باطل ردهم على الاجماع

جو ہم سے پہلے گذر چکے۔ انہوں نے کوئی ایسی بات چھوڑی ہی نہیں جس پر ہمیں ضرورت پیش آئے، وہ آجکل کے لکھنے والوں سے علم میں کہیں زیادہ تھے۔ یہ بھی بالاجماع وہم اور باطل ہے۔

لان كل عالم يراعى فى تاليفه مهم اهل زمانه واغراضهم، لانه العالم بذلك. ولهذا كان تاليف كل عالم فى زمانه انفع لاهل ذلك الزمان من تأليف غيره.

کیونکہ ہر عالم اپنی تالیف میں اپنے دور کے لوگوں کی استعداد اور ان کے اغراض وغایات کی رعایت رکھتا ہے کیونکہ وہ ان سے بخوبی واقف ہوتا ہے اس لئے کسی بھی عالم کی تالیف اس کے دور کے لوگوں کے لئے دوسری کتابوں کی نسبت زیادہ مفید ہوتی ہے۔

ومن تلك الاوهام ان بعضهم يستبعد ان يفتح الله لأحد ممن تأخر مالم يفتح لاحد من شيوخهم فى باب العلم. وهذا ايضا باطل ردهم على الاجماع. فما يقال لفضل الله: ذا بكم؟ اذ كان فضل الله تعالى لايختص بالأزمنة والأمكنة، وهو تعالى قادر على كل شيئ كيف يستبعد ذلك؟

انہی اوہام میں سے ہے کہ وہ اس بات کو ناممکن سمجھتے ہیں کہ بعد میں آنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ علم کے وہ دروازے کھولدے جو ان کے متقدمین کے لئے کھولے تھے۔ یہ اللہ کے فضل کے بارے میں یہ کہتے ہیں، تم کون ہوتے ہو؟ اللہ تعالےٰ کا فضل زمان و مکان سے مخصوص نہیں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے تو یہ بات مستبعد کیسے ہے۔

تفسیر: اجتہاد کی ممانعت اور اسلاف پرستی کے غلو کا نتیجہ تھا کہ متقدمین کی تمام کتابوں کو حق اور ان کی کسی بات میں شک کو خلاف ایمان سمجھا جانے لگا تھا۔ یہی عقیدہ کتب تفسیر کے متعلق تھا۔ اس وقت کے علما کا کہنا تھا کہ تفسیر کی کتابوں میں جو کچھ ہے حق ہے کیونکہ وہ کلام الٰہی کی تفسیر ہے۔ شیخ نے اس غلط عقیدہ کی تصحیح کی۔

ومن تلك الاوهام اعتقاد بعضهم ان كل ما وجدوه فى كتب التفسير

ان اوہام میں سے ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ جو کچھ کتب تفسیر میں ہے سب حق ہے کیونکہ وہ

حق، لانها تفسیر کلام اللہ۔ وھذا ایضا باطل ووھم علی الاجماع، لأن کتب جھلۃ المفسرین مملوءۃ بالاباطیل ومالایلیق بالانبیاء

کلام اللہ کی تفسیر ہے۔ یہ بھی بالاجماع باطل اور گمراہی ہے۔ کیونکہ جاہل مفسرین کی کتابیں باطل عقیدوں سے پُر ہیں اور ان میں ایسی ایسی باتیں موجود ہیں جو انبیا کے لائق نہیں۔

"اِحیاءُ السُّنّۃ"

"احیاء السنۃ واخماد البدعۃ"، شیخ عثمان بن فودی کی بہت ہی اہم تالیف ہے۔ اس میں ان کی تعلیمات، دعوت اور طریق کار کی وضاحت ملتی ہے۔ اسے ادارۃ العامہ للثقافۃ الاسلامیہ ازہر نے ۱۹۶۲ء میں شائع کیا ہے۔ اس کا مقدمہ شیخ الازہر ڈاکٹر محمد البہی نے لکھا ہے

کتاب کل ۳۳ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں کتاب وسنت اور اجماع کی تعریف سے بحث کی گئی ہے۔ اور ان کے اتباع پر زور دیا گیا ہے۔ دوسرے میں بدعت کی حدود سے بحث ہے۔ تیسرے اور چوتھے باب میں عقائد بحث ہے۔ پانچویں باب سے ۳۲ ویں باب تک فقہی مسائل اور ان کے فروعات کا تفصیلی بیان ہے۔ آخری باب میں تصوف کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

طریق بحث! ہر باب میں قرآن، سنت اور اجماعِ صحابہ کی روشنی میں احکام بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان بدعات کا ذکر کرتے ہیں جو اس سلسلے میں بعد میں پیدا ہوگئیں اور ان کی درجہ بندی کرکے سنتِ صحیحہ کی طرف رجوع کی دعوت دیتے ہیں۔

مقصد! کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

لیعلم الناظر فی ھذا الکتاب ان مقصودی فیہ ۔ ان شاء اللہ ۔ احیاء السنۃ المحمدیۃ واخماد البدعۃ الشیطانیہ

اس کتاب کے قاری کو معلوم ہونا چاہئے کہ میرا مقصود انشاء اللہ سنت محمدیہ کا احیا اور شیطانی بدعت کا قلع قمع کرنا ہے۔

بدعات! انہوں نے بدعت کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں اور ہر بدعت کے بارے میں اس

درجہ بندی کا تعین کیا ہے۔

۱۔ واجب اجماعی : ایسی بدعات جو بدعتِ حسنہ ہونے کی وجہ سے اُمت نے اجماعی طور پر اختیار کیں مثلاً تدوینِ قرآن۔

۲۔ حرام اجماعی : ایسی بدعات جن کے حرام ہونے پر امت کا اتفاق ہے مثلاً علماء پر جاہلوں کو فضیلت۔

۳۔ مندوب : ایسی بدعاتِ حسنہ جن کا اختیار کرنا باعثِ ثواب ہے۔ مثلاً تراویح۔

۴۔ مکروہ : ایسی بدعات جن کا ترک ضروری ہے مثلاً بعض ایام کو عبادت کے لئے مخصوص کرلینا تسبیح کا تعین۔

۵۔ مباح : مثلاً خوبصورت لباس، خوبصورت مکان وغیرہ۔

<u>تصوّف</u>! لوگوں کا عام عقیدہ تھا کہ معرفت خداوندی کے لئے کسی شیخ کی ضرورت ہے اور ہر اس شخص کی اقتدا صحیح ہے جو "صاحب کشف" ہو۔ شیخو تصوف کے قائل تھے اور اسے عبادت کی روح سمجھتے تھے لیکن وہ اس خانقاہی نظام کے مخالف تھے جس میں سراسر بے عملی کو تصوف کا نام دیا جارہا تھا۔

آخری باب میں تصوف سے بحث کرتے ہوئے، اسے عبادت کی روح قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک "احسان" سے مراد سنّت نبوی کا اتباع ہے اور بس۔

اما طريق السنة المحمدية فى باب الاحسان الذى هو باب التصوف، فهوان يقتدى كل واحد ماكان النبى صلى الله عليه وسلم يفعل به	"احسان" کے بارے میں جو "تصوف" ہے سنت محمدیہ کا طریق یہ ہے کہ ہر شخص ان امور کی پیروی کرے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔

تصوف میں بدعات

سنّت نبوی کے اتباع کی بجائے تصوّف میں عجیب وغریب بدعات اختیار کرلی گئی تھیں۔ شیخو عثمان ان کا مفصل ذکر کرتے ہیں۔ خود کو زنجیروں سے باندھ لینا یا پہاڑ سے باندھ لینا، اولیاء کی کرامات کا ایسے اشخاص سے مطالبہ جو اس کے اہل

نہیں ہیں، شگون، فال اور کشف پر کام ملتوی کرنا ایسی ہی بدعات ہیں. سماع کو علما جائز قرار دیتے تھے. شیخو عثمان اسے بدعت محرمہ قرار دیتے ہیں. شیخو نے اس عقیدے پر بھی کڑی تنقید کی کہ ولی عبادت و ریاضت سے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں ظاہری اعمال کی پابندی ختم ہوجاتی ہے.

جہاد (اصلاحِ دعوت)

کتاب کے آخر میں "تنبیہات" کے عنوان سے لکھتے ہیں.

اعلامکم بان جمیع فنون العلم موجودة عند العلماء، لکن المفقود فی هذه الازمنة علم السنن والبدع، الا عند القلیل منهم، اعلامکم بانه یجب علی کل عالم الا یسکت فی هذه الازمنة، لان البدع قد ظهرت وشاعت فیها. وکل من قعد الیوم فی البیت انما کان فلیس خالیا عن المنکر من حیث التقاعد عن ارشاد الناس وتعلیمهم وحملهم علی المعروف

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس زمانے میں سارے علوم وفنون علما کے پاس موجود ہیں اگر نہیں تو سنت و بدعت کا علم موجود نہیں، ہاں معدودے چند لوگ اسے جانتے ہیں. تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر عالم پر یہ فرض ہے کہ وہ اس زمانے میں خاموش نہ رہے. کیونکہ بدعتیں ظاہر ہو چکی ہیں اور پھیل چکی ہیں. جو کوئی بھی جہاں کہیں بھی ان دنوں گھر میں بیٹھا رہا تو وہ برائی سے خالی نہیں کیونکہ اس نے لوگوں کو نصیحت اور ان کی تعلیم سے احتراز کیا اور انہیں نیکی کی ہدایت سے غفلت کی.

طریق کار

اس دعوت کے طریق کار کا خاکہ پیش کرتے ہوئے، اپنے مریدین کو ہدایت کرتے ہیں

"ویجب ان یکون فی کل مسجد ومحلة فی البلد فقیه یعلم الناس دینهم، وکذا فی کل قریة، ..... اما العالم فلتقصیره الخروج، واما الجاهل فلتقصیره فی ترك العلم... ومعلوم ان الانسان لا یولد

یہ ضروری ہے کہ شہر کی ہر مسجد اور ہر محلہ میں ایک فقیہ" ہو جو لوگوں کو ان کا دین سکھائے اور اسی طرح ہر گاؤں میں ــ عالم کا گناہ یہ ہے کہ وہ دعوتِ اصلاح کے لئے باہر نہ نکلے اور جاہل کا گناہ یہ ہے کہ وہ علم چھوڑ دے. یہ تو سب جانتے ہیں کہ کوئی بھی شریعت کا عالم بن کر

عالماً بالشرع وانما يجب التبليغ على اهل العلم، وكل من تعلم مسألة واحدة فهو عالم من اهل العلم بها، ولكن الاثم على الفقهاء اشد لان قدرتهم على تبليغ العلم اظهر، وكل قادر على تغيير المنكر فى الناس لايجوز له ان يسقط ذلك عن نفسه بالقعود فى البيت، بل يلزمه الخروج

پیدا نہیں ہوتا اس لئے تبلیغ صرف اہل علم ہی کریں۔ جس شخص کو ایک مسئلہ کا بھی علم ہے وہ اس کا عالم ہے۔ لیکن فقہا پر گناہ زیادہ ہے کیونکہ ان میں تبلیغ کی استعداد عوام سے کہیں زیادہ ہے۔ جو شخص عوام کی برائیوں کی اصلاح کی قدرت رکھتا ہے اس کے لئے تساہل اور غفلت جائز نہیں بلکہ اس پر خروج واجب ہے۔

اس عبارت میں "فقیہ" کے لفظ پر زور، شیخو کے طریق کار کی وضاحت کرتا ہے کہ وہ کس طرح صوفیا، واعظین اور خانقاہی شیوخ کی جگہ "صاحب بصیرت علما" کو دے رہے تھے۔

شیخو عثمان کی ان پرجوش مساعی اور سادہ تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ ان کی قائم کردہ فولانی سلطنت مغربی افریقہ کی آئندہ ترقی اور اسلامی انقلاب کی بنیاد بن گئی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد وبیلو کی قیادت میں اسے مزید استحکام حاصل ہوا۔ شمالی نائیجیریا کے موجودہ وزیراعظم سر احمد وبیلو ان ہی سلطان محمد وبیلو کے خاندان کے رکن رکین ہیں۔

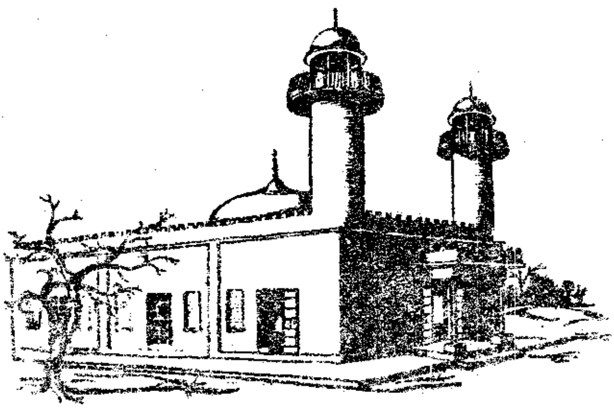

کادونا کی مسجد

مآخذ

1. Arnold, T.W. Thomas, *The Preaching of Islam*, Lahore, 1961. pp. 103—132, 315—367.
2. Trimingham, J. Spencer, *Islam in West Africa*, London, 1962. pp. 141—213, 242—244.
3. Bello, Sir Ahmadu, *My Life*, Cambridge, 1962. pp. 10—19.
4. *Encyclopaedia of Islam*, Articles on: Pul, Wahhabia, Sudan.
5. Burns, Sir Alan, *History of Nigeria*, London, 1963. pp. 50—64.

۶ - شیخ عثمان بن فودی: "احیاء السنۃ واخماد البدعۃ" ادارۃ العامہ للثقافۃ الاسلامیہ ازہر ۱۹۶۲ء

۷ - جناب عبداللہ المسدوسی: "افریقہ میں تبلیغ اسلام"، رسالہ بینات، کراچی، جلد: ۳، عدد ۳ صفحات ۱۴۵ - ۱۴۶ -